

عصر حاضر میں دینی مدارس کے طریقہ تحقیق و تالیف کا تجزیاتی مطالعہ

مولانا عبدالرشید

”عصر حاضر میں دینی مدارس کے طریقہ تحقیق و تالیف کا تجزیاتی مطالعہ“ کے عنوان پر گفتگو سے قبل معاشرے میں دینی مدارس کے دائرہ کار، اہداف اور طرز عمل کے بارے میں مجموعی صورت حال پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے کیونکہ اسے سامنے رکھ کر ہی ہم دینی مدارس کے ’طریقہ تحقیق و تالیف‘ کا بہتر اندازہ میں جازمہ لے سکیں گے۔

دینی مدارس کا موجودہ نظام دور غلامی کی پیداوار ہے، جب جنوبی ایشیا میں برطانوی استعمار نے تسلط جما کر صدیوں سے چلے آنے والے سیاسی، معاشی، عسکری، تعلیمی، دفتری اور قانونی نظام کو پلٹ کر رکھ دیا اور معاشرتی و ثقافتی نظام کی بیخ کنی کے لئے پیش رفت کا آغاز کیا تو تعلیمی، دینی، ثقافتی اور فکری محاذ سے دلچسپی رکھنے والے چند مخلصین نے اس سیلاب کے سامنے بند باندھنے کا فیصلہ کیا اور دینی تعلیم، اسلامی ثقافت، مذہبی معاشرت اور مشرقی اقدار کے تحفظ کے لئے رضا کا اہم بنیاد پر دینی مدارس کے قیام کا سلسلہ شروع کیا اور یہ ضرورت چونکہ ہمہ گیر اور ملی نوعیت کی تھی، اس لئے اس کا خیر کا سلسلہ پھیلتے پھیلتے جنوبی ایشیا کے طول و عرض تک وسعت پذیر ہو گیا۔

ان مدارس کی بنیاد تحفظات پر تھی اور ان کے اہم اہداف یہ تھے کہ مسلمانوں کا عقیدہ و ایمان سلامت رہے، اسلامی معاشرتی اقدار کے ساتھ ان کا تعلق قائم رہے، قرآن و

سنت اور دیگر متعلقہ علوم کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ قائم رہے، مساجد و مکاتب آباد رہیں اور انہیں امامت و خطابت، تدریس و افتاء اور دعوت و اصلاح کے ضروری کاموں کے لئے رجال کار فراہم ہوتے رہیں اور اسلامی عقائد و تہذیب کے خلاف سامنے آنے والی کوششوں کا مقابلہ ہوتا رہے، دینی مدارس کی اب تک کی جدوجہد تحفظات کے اسی دائرے میں مذکورہ بالا مقاصد کے گرد گھومتی رہی ہے اور جن خطرات و خدشات اور مخالفانہ اقدامات و تحریکات کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے تحفظ اور دفاع کے لئے یہ نظام قائم کیا گیا تھا، وہ تمام تر خدشات و خطرات اور مخالفانہ اقدامات و تحریکات چونکہ نہ صرف بدستور موجود ہیں بلکہ ان کی گہرائی، گہرائی اور اثر اندازی میں کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے، اس لئے مدارس دینیہ کے اہل حل و عقد ابھی تک تحفظ و دفاع کے ماحول میں ہیں اور وہ اپنے گرد خود اپنے کھینچے ہوئے دفاعی اور تحفظاتی حصار کے دائرے کو کراس کرنے کا ”رہسک“ نہیں لے رہے اور بادی النظر میں ان کی یہ حکمت عملی معروضی حالات کے تقاضوں سے کافی حد تک ہم آہنگ نظر آتی ہے۔

اس پس منظر میں دینی مدارس میں آج کے دور میں ہونے والے تحقیقی اور تصنیفی کام کا جائزہ لیا جائے تو اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا نقشہ کچھ اس طرح بنتا ہے۔

مثبت پہلو:

روزمرہ پیش آنے والے مسائل پر عوام کی رہنمائی کے لئے فتویٰ نویسی کا کام تسلسل کے ساتھ جاری ہے اور سینکڑوں مدارس میں مستقل طور پر دارالافتاء قائم ہیں جن سے لاکھوں مسلمان رجوع کرتے ہیں اور متعلقہ مسائل میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

اردو اور دیگر زبانوں میں قرآن کے تراجم اور تفاسیر، احادیث نبویہ اور فقہ کی مختلف کتابوں کی شرح لکھی جا رہی ہیں اور مختلف مکاتب فکر کی طرف سے سینکڑوں ضخیم کتابیں اس سلسلے میں سامنے آچکی ہیں۔

عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاملات، معاشرت اور ضروریات پر دینی مدارس

کے اساتذہ اور متعلقین کی تصانیف کو شمار کیا جائے تو ان کی تعداد کو ہزاروں میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

دینی مدارس کی طرف سے دینی، اصلاحی اور تحقیقی جرائد کی اشاعت کی روایت شروع سے قائم ہے اور جنوبی ایشیاء کے مجموعی ماحول کو سامنے رکھ کر دینی مدارس کے جرائد کی تعداد کا اندازہ کیا جائے تو وہ یقیناً سینکڑوں سے تجاوز ہوگی، ان جرائد میں اپنے اپنے مسلک اور مکاتب فکر کی ترجمانی کے ساتھ ساتھ عام طور پر پیش آمدہ مسائل میں مسلمانوں کی راہنمائی، تاریخی واقعات، بزرگان اسلام کا تعارف، جدید مسائل پر بحث فقہی مذاہب اور فکری مکاتب فکر کے مابین مناظرانہ اور مجادلانہ بحث و تہجیس کا سلسلہ موجود ہوتا ہے۔

کچھ عرصہ سے جدید فکری و علمی مسائل پر اجتماعی بحث و تہجیس اور تحقیق و مطالعہ کا رجحان بڑھ رہا ہے، دیوبندی مکتبہ فکر میں اس وقت بھارت میں مولانا مجاہد الاسلام قاسمی کی قائم کردہ فقہ اکیڈمی، دارالعلوم کراچی کے تحقیقاتی علمی کام اور المرکز الاسلامی بنوں کی علمی مجالس، بریلوی مکتب فکر میں دارالعلوم امجدیہ کراچی، جامعہ غوثیہ بھیرہ اور جامعہ نعیمیہ لاہور، جماعت اسلامی کا مرکز علوم اسلامیہ منصورہ لاہور، جب کہ اہل حدیث مکتب فکر میں مجلس تحقیق الاسلامی ماڈل ٹاؤن لاہور کی علمی مساعی کو اس سلسلے میں ایک اہم پیش رفت قرار دیا جاسکتا ہے، شیعہ مکتبہ فکر کا بھی اس جگہ مجھے ذکر کرنا چاہئے لیکن ان کے مدارس کے کام سے زیادہ واقف نہ ہونے کی وجہ سے سردست ایسا نہیں کر پاتا ہوں۔

قومی اخبارات میں مختلف مسائل کے حوالے سے دینی مدارس کے اساتذہ اور متعلقین کے مضامین کی اشاعت کا رجحان ترقی پذیر ہے اور اردو اخبارات میں شائع ہونے والے دینی مدارس کے متعلقین کے مضامین کا تناسب اگرچہ ضرورت سے بہت کم، مگر پہلے سے بہتر ہے۔

مختلف دینی مدارس میں تخصیصات کے شعبے قائم ہیں جن میں درس نظامی کے فضلا کو متعین عنوانات پر مطالعہ کرایا جاتا ہے، تحقیق و تالیف کی تربیت دی جاتی ہے، ان سے

مقالات لکھوائے جاتے ہیں اور ان کی تحقیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ دینی مدارس کے سینکڑوں فضلاء نے اب تک ملک اور بیرون ملک کی مختلف یونیورسٹیوں میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات تحریر کئے ہیں جو اگرچہ ان یونیورسٹیوں کے نظم کے تحت اور ان کی نگرانی میں لکھے گئے ہیں لیکن ان کی اصل اساس دینی مدارس کی تعلیم و تربیت ہی ہے۔

دینی مدارس سے تعلق رکھنے والی شخصیات کے مکاتیب اور خطوط بھی ہزاروں لوگوں کی تعلیم و تربیت اور فکری و روحانی اصلاح کا ذریعہ بنے ہیں اور بیسیوں شخصیات کے مکاتیب و خطوط اب تک کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔

بعض بڑے مدارس نے انٹرنیٹ کی سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی اپنی ویب سائٹس قائم کر رکھی ہیں جن کی تعداد بیسیوں میں ہے اور وہ اپنے اپنے دائرے میں محدود سطح پر ہی سہی مگر مصروف کار ہیں۔ ان ویب سائٹس کے ذریعے سے جامعات کا تعارف کرایا جاتا ہے، اپنے اپنے مسلک کی ترجمانی کی جاتی ہے اور اس کے ساتھ پیش آمدہ مسائل پر عوام کی راہنمائی کے لئے خطبات و تقاریر، مضامین و مقالات اور سوالات کے جوابات کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔

یہ تو وہ چند پہلو ہیں جنہیں تحقیق و تالیف کے میدان میں دینی مدارس کی مثبت کارکردگی کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے یہ کام کسی حد تک یہ اطمینان دلاتے ہیں کہ دینی مدارس تحقیق و تالیف کے تقاضوں اور اہمیت سے بالکل غافل نہیں ہیں، بلکہ اپنے اپنے ذوق، ماحول، فکری دائرے اور تربیتی پس منظر کے مطابق اس شعبہ میں بھی بہر حال مصروف عمل ہیں۔

منفی پہلو:

اب ہم تصویر کے دوسرے رخ کی طرف آتے ہیں جسے تحقیق و تالیف کے میدان

میں دینی مدارس کی کارکردگی کے منفی پہلو سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً دینی مدارس میں تحقیق و مطالعہ کے حوالے سے مسلکی وابستگی اور شخصی عقیدت کو ترجیحات میں فیصلہ کن اولیت حاصل ہے، زیادہ تر وقت اور زور انہی دو ترجیحات میں صرف ہو جاتا ہے۔ ترجیحات اور ان کے بعد کے مراحل کے لئے اکثر اوقات وقت اور صلاحیت، دونوں میں کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

فقہی اور مسلکی مباحث کے حوالے سے باہمی مناظرہ و مباحثہ میں افہام و تفہیم اور تطبیق و مفاہمت کے بجائے ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے کا ذوق غالب ہوتا ہے اور اس کے لئے طعن و تشنیع اور تحقیر و تمسخر کی زبان استعمال کرنے سے بھی بے اوقات گریز نہیں کیا جاتا۔

تحقیق و مطالعہ کا جدید اسلوب، طریقہ کار، ذرائع اور بین الاقوامی سطح کے علمی و تحقیقی اداروں کے کام اور طرز سے استفادہ دینی مدارس کے نزدیک ابھی تک شجر ممنوعہ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی وجہ صرف بین الاقوامی زبانوں سے ناواقفیت نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ذہنی اور نفسیاتی کیفیت بھی اس کا باعث ہے کہ ہمیں دنیا کے دیگر تمام حلقوں پر علمی اور فکری برتری حاصل ہے اور ہمیں کسی دوسرے حلقہ کے علمی کام سے واقف ہونے اور اس سے استفادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دینی مدارس میں عالم اسلام کے علمی حلقوں کی تحقیقات، دوسرے ممالک کے علمی اور غیر روایتی علمی مراکز کی تحقیقی مساعی سے استفادہ کو اپنی نفسیاتی برتری کے منافی تصور کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ بعد اور فاصلہ قائم رکھنے کو بھی تحفظاتی حکمت عملی کا ایک ناگزیر حصہ بنا لیا گیا ہے۔

بڑے مدارس کو دیکھتے ہوئے بھیڑ چال کے معاشرتی مزاج کے باعث اب جگہ جگہ دارالافتاء قائم ہو رہے ہیں اور ان کا دائرہ ضرورت سے زیادہ پھیلتا جا رہا ہے جس سے فتویٰ کی اہمیت اور معیار دونوں متاثر ہو رہے ہیں۔

اجتماعی اور قومی مسائل میں بھی تحقیق و مطالعہ اور علمی رائے کے اظہار کے لئے مسلکی دائرے میں پابند رہنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے اور ایسی روایت ابھی جڑ نہیں پکڑ سکی کہ کسی اہم قومی مسئلہ پر مختلف مکاتب فکر کے ذمہ دار علماء کرام مل بیٹھیں، مشترکہ طور پر مطالعہ و تحقیق کا اہتمام کریں اور باہمی مشاورت کے ساتھ اجتماعی رائے کا اظہار کریں، اس سلسلے میں ۳۱ علمائے کرام کے ۲۲ دستوری نکات اور عقیدہ ختم نبوت و ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناگزیر تقاضوں پر اتفاق کے سوا غیر سرکاری اور پرائیویٹ سطح پر کوئی اہم کام گزشتہ نصف صدی کے دوران میں ہماری دینی تاریخ کا حصہ نہیں بن سکا۔

دینی مدارس میں تحقیقی و تالیف کے ذوق اور صلاحیت کی آبیاری کے لئے کوئی اجتماعی اور ادارتی نظم موجود نہیں ہے، یہ کام زیادہ تر شخصی رجحان اور ذوق کارہین منت ہوتا ہے اور اس کی حوصلہ افزائی، سرپرستی اور نگرانی بھی شخصی طور پر ہی ہوتی ہے۔

دینی مدارس میں لائبریریوں کا نظام ناگفتہ بہ ہے۔ گنتی کے چند مدارس کے علاوہ اکثر مدارس میں یا تو لائبریریاں موجود ہی نہیں ہیں اور اگر موجود ہیں تو ان میں ضرورت کی اہم کتابیں، بالخصوص مختلف موضوعات پر حوالہ کی کتابیں میسر نہیں ہیں، کتابوں کے انتخاب میں شخصی اور مسلکی ذوق کا غلبہ ہوتا ہے اور اگر کسی مدرسہ کی لائبریری میں کچھ کتابیں پائی جاتی ہیں تو ضرورت، وقت اور سہولت کے مطابق اساتذہ و طلبہ کی ان تک رسائی نہیں ہوتی۔

انسانی سوسائٹی کا معاشرتی ارتقا، تاریخ، نفسیات، پبلک ڈیولپمنٹ (تعلقات عامہ) سیاسیات، معاشیات، تہذیب و ثقافت اور دیگر عمرانی علوم نہ صرف دینی مدارس کی تدریس، تحقیق اور مطالعہ سے خارج ہیں بلکہ ان کی اہمیت و ضرورت کا احساس بھی ابھی تک اجاگر نہیں ہو سکا ہے جبکہ خود دینی مدارس کے مقصد قیام اور ان کے مذکورہ بالا اہداف کے حوالے سے یہ علوم انتہائی ضروری ہیں۔

زبانوں کا مسئلہ دینی مدارس میں سب سے زیادہ ناگفتہ بہ ہے۔ انگریزی اور دیگر بین الاقوامی زبانوں کی بات تو رہی ایک طرف، عربی زبان بھی صرف کتاب فہمی تک محدود

رہتی ہے۔ اور دینی مدارس میں سالہا سال تک پڑھائی جانے والی اس زبان میں فی البدیہہ گفتگو، خطاب اور مضمون نویسی کی صلاحیت سے فضلاء کی غالب اکثریت محروم ہوتی ہے اور اس سے بھی زیادہ مظلومیت کا سامنا اردو کو کرنا پڑتا ہے کہ وہ بطور زبان نہیں پڑھائی جاتی اور زبان کی اصلاح، جدید اسلوب سے شناسائی، محاوروں، ضرب الامثال اور اشعار کے محل استعمال کی تربیت اور سلاست و سٹنگلی کا ذوق بیدار کرنے کا کوئی نظم اور اہتمام موجود نہیں ہے، بالخصوص مروجہ صحافتی زبان اور اسلوب تو سرے سے دینی مدارس کے ماحول میں اجنبی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اچھی خاصی علمی صلاحیت رکھنے والے اساتذہ اور طلبہ بھی سادہ اردو میں مافی الضمیر کے اظہار کے لئے دو تین صفحات کا مختصر مضمون لکھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔

اصلاح احوال کی تجاویز:

اس وقت دینی مدارس میں ہونے والے تحقیقی اور تصنیفی کام کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا ایک سرسری جائزہ لینے کے بعد اصلاح احوال کے لئے کچھ گزارشات پیش کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو ذہنی اور فکری برتری کے نفسیاتی ماحول کی ہے جس نے دینی مدارس کے اساتذہ اور طلبی کے گرد کاوٹوں کی بہت سی بلند و بالا دیواریں کھڑی کر رکھی ہیں۔ ہمیں اس ماحول سے نکلنا ہوگا اور حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ہمارے سوا اور لوگ بھی اس دنیا میں رہتے ہیں اور وہ بھی عقل اور علم تک رسائی کی صلاحیت سے بہرہ ور ہیں۔ ان کی رائے سے اختلاف ہمارا حق ہے لیکن ان کے وجود سے اختلاف کا ہمیں حق حاصل نہیں ہے۔ ہمارے خیال میں دینی مدارس کو تین سطح کے علمی کاموں تک رسائی کو اپنے اہداف و مقاصد میں ضرور شامل کرنا چاہئے اور ان کے طریق کار سے استفادہ کرنا چاہئے۔

۱۔ بین الاقوامی سطح پر وہ مسلم اور غیر مسلم علمی و تحقیقاتی ادارے جو دینی مدارس کی دلچسپی

کے موضوعات پر کام کر رہے ہیں اور ان کی علمی کاوشیں مختلف حوالوں سے سامنے آ رہی ہیں۔

۲۔ پاکستان اور دیگر مسلم ممالک کے علمی ادارے اور تحقیقاتی مراکز جو ان موضوعات پر کام میں مصروف ہیں۔

۳۔ دوسرے ممالک اور مکاتب فکر کی علمی تحقیقات اور مساعی جو جدید پیش آمدہ مسائل پر علمی جدوجہد کر رہے ہیں۔

دوسرے نمبر پر ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس کے مختلف وفاقوں کو الگ الگ طور پر اور پھر مشترکہ فورم پر اجتماعی حیثیت سے بھی اس صورتحال کا جائزہ لینا چاہئے اور خود احتسابی کے جذبہ کے ساتھ ان خامیوں کو دور کرنے کے لئے مشترکہ حکمت عملی وضع کرنی چاہئے جن کے باعث آج ہمارے دینی مدارس علوم دینیہ میں گہرا سوخ رکھنے کے باوجود تحقیقی و تصنیفی میدان میں معاصر اداروں سے بہت پیچھے دکھائی دے رہے ہیں۔

تیسرے نمبر پر ہماری گزارش اس حوالے سے ہے کہ دینی مدارس کی قیادت کو آج کے اس خوفناک چیلنج کا ادراک و احساس کرنا چاہئے جو عالمی تہذیبی کشمکش کے حوالے سے مسلم ائمہ کو درپیش ہے اور جس میں انسانی حقوق اور گلوبلائزیشن کے عنوان سے مسلمانوں کے عقائد و اذکار، تہذیب و ثقافت، خاندانی نظام، معاشرتی اقدار اور مسلم ممالک کے اسلامی تشخص کو پامال کر دینے کی منصوبہ بندی کر لی گئی ہے۔ اس کشمکش کے علمی، اعتقادی اور ثقافتی پہلوؤں کو اجاگر کرنا، فکر و فلسفہ اور علم و تحقیق کے جدید ہتھیاروں کے ساتھ اس یلغار کا سامنا کرنا اور مسلمانوں کو اس سیلاب سے محفوظ رکھنے کے لئے ان کے گرد تعلیم و تربیت، دعوت و اصلاح اور فکری بیداری کا حصار قائم کرنا اپنے اہداف و مقاصد کے حوالے سے دینی مدارس کی ذمہ داریوں میں شامل ہے اور انہیں اس اہم ترین ذمہ داری سے صرف نظر نہیں کرنا چاہئے۔

(بہ شکر یہ ماہنامہ الشریعہ)